مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ
ضبط و ترتیب۔ حافظ محمد ابراہیم فانی

دین اور حاملین دین کا مقام

(دارالعلوم حقانیہ میں مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ کا خطاب)

مورخہ ۶ دسمبر بروز بدھ شیخ الاسلام والمسلمین مجاہد حریت اسیر مالٹا مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الصدق جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور رابطہ عالم اسلامی کے ممتاز رکن مولانا سید اسعد مدنی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ رات کو انہوں نے بعد نماز عشاء دارالعلوم کی وسیع جامع مسجد میں طلباء دارالعلوم سے ایمان پرور خطاب فرمایا جو کہ انہیں کے الفاظ میں نذر قارئین ہے (فانی)

خطبہ مسنونہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

حضرات گرامی قدر! مولانا مجاہد صاحب نے پشتو میں جسے میں نہیں سمجھتا، تقریر فرمائی ہے۔ اور اس نے خدا ہی جانتا ہے کیا کہا ہو گا۔ مجھ جیسے نا اہل کو والد صاحب اور حضرات اسلاف کے ساتھ جوڑا۔ کوئی مجھے اچھا کہے یا برا کہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں میری تعریف ان حضرات اسلاف کی تنقیص تو نہیں۔ مولانا کی تقریر کو مبالغہ آمیز شاعری سمجھو۔ آپ دھوکہ میں نہ پڑیں ع

چوں اکذب اوست احسن اوست

مجھ پر کسی کو قیاس نہ کریں میں تو بالکل ہی نا اہل ہوں۔ دوسری بات ! ہندوستان کے مسلمان ہوں یا اور ان کی اگر خدمت کرتا ہوں تو یہ میرا کمال نہیں بلکہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ ہماری بھول چوک اور غلطیوں کو معاف فرمادے۔ اس میں تعریف کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ (درمیان میں کسی نے رقعہ دیا کہ عربی میں تقریر فرمائیں۔ اس کے جواب میں آپ نے عربی میں فرمایا) کہ فارسی عربی پڑھی ہے لیکن مشق نہیں کی۔ اگرچہ عربی سبب اختصار کلام ہے۔ باوجود عربی پر قادر نہ ہونے کے ان کی دلجوئی کے لئے معذرت کرتا ہوں۔

محترم بزرگو! میرے لئے یہ بات شرف کی ہے کہ میں مولانا صاحب کی ملاقات کے لئے مدرسے حاضر ہوا۔

اور آپ کے ساتھ بھی ملاقات ہو گئی۔ طلبا کرام اللہ کا دین حاصل کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ پورے عالم کا مالک اللہ ہے اور یہ دنیا چند روزہ زندگی کا نام ہے۔ یہاں آج تک نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ جو بھی یہاں آیا۔ جانے کے لئے آیا۔ ہر قسم کے لوگ یہاں آتے۔ اور جو آتا ہے اس کی یہی خواہش ہے کہ اب اسے نہ چھوڑا جائے۔ لیکن کسی کی تدبیر نہیں چلتی۔ جو بھی آیا گیا۔ ہم کو بھی ایک دن جانا ہے۔ یہ دنیا مذرعۃ الآخرۃ ہے۔ انسان کو یہاں اس لئے بھیجا گیا کہ وہ اللہ کے ابتلاء اور امتحان سے کامیاب گزرتا ہے یا ناکام۔ اگر ہم آخرت کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی تیاری کریں اور دنیا میں کھو نہ جائیں تو اس امتحان میں وہ کامیاب اور فائز ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ دنیا ہی کو مقصود بنا لے اور آخرت کو بھول جاتے تو پھر ناکام ہو جاتا ہے۔ فیل ہو جاتا ہے۔ اس کا درجہ گرایا جاتا ہے جو راستہ اس دنیا کی زندگی کو کامیاب کرنے کے لئے ہے اسے شریعت کہا جاتا ہے۔ اللہ نے وہ راستہ تجویز کیا اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے وہ راستہ بتایا جس ڈیوٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا جو آپ کا فرض منصبی تھا اس کی تیاری تمرین مشق اور اس کے علم حاصل کرنے کے لئے آپ یہاں اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے ہو۔

آپ کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرض منصبی کو ادا کرنے کے لئے تیاری کرنا ہے۔ صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ استعداد پیدا کرنا ہے۔ اس لئے آپ کو اس مقصد کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہئے۔ اور اس کی ذمہ داریوں کے قابل بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر آپ اس تیاری سے غافل ہو جائیں اور اس مقام کے اہل بننے کی کوشش نہ کریں اور اپنا مقصود اس فرض منصبی کے بجائے خس و خاشاک بنا لیں۔ گندگی کے ڈھیر بنا لیں۔ مال و دولت کو بنا لیں تو پھر یہ اس مقام کی اہانت ہو گی۔ توہین ہو گی۔ اس کو گرانا ہو گا۔

جہاں تک رزق کا تعلق ہے اللہ نے اس کا وعدہ کیا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو ماں کے پیٹ میں رزق دیا۔ اور جب تک کمانے کے قابل نہیں ہوتے وہ دیتا ہے۔ تو ہم جیسے نہیں ایسے حیوانات کو جو کچھ نہیں کر سکتے پتھروں کے اندر، جنگلوں میں۔ پانی میں۔ سمندر میں اور دریاؤں میں اللہ رزق دیتا ہے۔ ربوبیت ہے اس کی شان ہر ایک کی شان کے مطابق۔ ضرورت کے مطابق دیتا ہے۔ جب تک ہم غافل تھے بے خبر تھے اور خدا جانے کیسے کیسے حال میں تھے تب تک وہ دیتا رہا۔ اور جب ہم اس کی ڈیوٹی۔ اس کا کام۔ اس کا حکم بجا لائیں گے اور زندگی اس کے کام میں لگائیں گے۔ تو وہ بند کر دے گا۔ اور رزق نہیں دے گا۔ اور اگر ہم اس کے کام سے غافل ہو کر دنیا کو مقصد بنا لیں تو وہ رزق دے گا۔ یہ شیطانی غلبہ اور وسوسہ ہے۔ تنہا وہ سب کچھ دینے دلوانے والا ہے۔ سارے عالم کو دیتا ہے۔ اس کے دین کے خادم جو ہوں گے ان کو وہ نہیں دے گا۔ یہ شیطان کا وسوسہ اور خیال ہے۔ ہے یہ بات کہ کتنا دے گا۔ کیسے دے گا۔ اور مشکل کوئی پڑے گی یا نہیں پڑے گی۔ تو یہ ہر

لائن میں ہوتی ہے۔ اور جس سے تعلق ہوتا ہے پاس خاطر ہوتا ہے توجہ ہوتی ہے۔ اسی کو چھیڑا جاتا ہے اسی کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ کبھی کوئی ایسا کام ایسی چیز پیش آتی ہے جو بظاہر تعلق کے مقتضی کے خلاف ہو اور جس سے مغائرت ہوتی ہے اس سے آدمی کبھی کوئی بات نہیں کرتا ہے۔ اگر کسی کے پاس کپڑے ہوں پانچ جوڑے ایک ان میں سے زیادہ عمدہ اور پسندیدہ ہو تو وہ ان پانچ میں سے اسی ایک جوڑے کو بار بار پہنے گا۔ جو اسے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہ زیادہ استعمال ہو گا۔ تو میلا بھی زیادہ ہو گا۔ اور جو میلا زیادہ ہو گا۔ اس کو دھلوایا بھی زیادہ جائے گا۔ اور جب وہ دھلنے کے لئے جائے گا تو وہ اٹھایا جائے گا۔ رکھا جائے گا پٹکا جائے گا۔ رگڑا جائے گا۔ اور اس پر لوہے کی استری کی جائے گی اس کو تہہ لگائی جائے گی۔ اور بار بار پہنا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تکبیر و تحسین)

جس سے تعلق ہوتا ہے اسی کو تکلیف دی جاتی ہے اور جو غیر ہے اس سے توقع نہیں۔ اس سے مناسبت نہیں جس سے قرب نہیں اس کو کوئی کیا کہے گا۔ اور جس سے کوئی مناسبت ہو گی۔ اس کو تکلیف دی جائے گی۔ اسی کو۔ اس کی دلیل آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل فالامثل او کما قال ؐ

حضورؐ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ مصیبتیں اللہ کے نبیوں کو آتی ہیں۔ سب سے زیادہ اشد الناس بلاءً تو انبیاء کرام کو اس عالم میں مخلوقات میں سب سے زیادہ بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں۔ افتاد پڑی۔ اور جو جتنا ان جیسا ہو گا۔ امثل ہو گا۔ زیادہ مثلیت پائی جائے تو انہیں بھی زیادہ مصیبتیں پیش آئیں گی۔

تو بھائی یہ اصول ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ یہ جو اشد الناس بلاءً ہے کیا اللہ تعالیٰ ان کو ناز و نعمت عیش و عشرت نہیں دے سکتا۔ یہی تو کفار مکہ کہتے تھے کہ نبی کریمؐ اگر اللہ کے رسول ہیں تو چھت سونے کی اور دیواریں ایسی پہاڑ سونے کی کیوں نہیں بنے۔ اور حضورؐ کے آگے پیچھے فرشتے کیوں نہیں اترتے۔ اور آپ بھوکے کیوں ہیں۔ ہم اولادوں والے۔ مال والے۔ اور حضورؐ کے پاس کچھ نہیں۔ فاقے ہیں۔ ان کی عقل سے یہ بات باہر تھی کہ جس سے محبت ہوتی ہے اسے ستایا جاتا ہے اور جس سے محبت نہیں ہوتی اسے کوئی کیا ستائے۔

تو بھائی۔ اگر تکلیف کوئی دنیا میں آتی ہے تو دینداروں کو۔ خادمین دین کو۔ تو یہ عدم قبولیت کی علامت نہیں بلکہ قبولیت کی علامت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لقد اخفت فی اللّٰہ ولا یخاف احدٌ لقد اُوذیتُ فی اللّٰہ ولا یوذی احدٌ او کما قال

بھائی یہ ایذا اور تکلیف یہ کبھی محبت کی علامت ہوتی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر استقامت ہو صبر و شکر ہو تو یہ خیر ہی خیر ہے۔ اور ناشکری ناسپاسی رونا دھونا اور تمام خرافات اور بے صبری ہو تو یہ مصیبت ہے

اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو اللہ کے عشاق اور محبوب لوگوں کو اس میں لطف آتا ہے۔ مزہ آتا ہے۔ انہیں راحت سے اتنا مزہ نہیں آتا۔ جتنا مصیبت میں مزہ آتا ہے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو جس دن کوئی فاقہ یا پریشانی یا مصیبت نہ آتی تو رویا کرتے کہ میرا محبوب آج مجھے بھول گیا۔

تو میں بات کہہ رہا تھا کہ وہ رازق ہے سارے عالم کا۔ تو اسے اپنے دین سے دشمنی نہیں ہے کہ دین کے خادموں کو بھوکا رکھے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ مصیبت اور مشکل پیش آئے۔ اور یہ ہوتا ہی ہے۔ تعلق کی بھی علامت ہو سکتی ہے۔ بے تعلقی کی علامت ہو، ایسی بات غلط ہے۔ تو اس لئے اور دنیا میں کوئی ڈھونڈ کر نکالا نہیں جا سکتا۔ جسے پریشانی اور مشکل نہ ہو۔ مختلف احوال۔ مختلف صورتیں۔ مختلف درجے۔ سب کو غم الگ الگ ہے۔ کسی کا کچھ۔ کسی کا کچھ اور کسی کا کچھ۔ ہر آدمی کو اپنی مصیبت زیادہ نظر آتی ہے۔ دوسرے کی نہیں نظر آتی۔ یہ اس کی کوتاہ فہمی ہے۔ ورنہ سب کو غم۔ کسی کا کوئی غم ہے۔ کسی کا کوئی غم ہے۔ دنیا تو ہے ہی ایسی جگہ۔ ان سب غموں سے صرف نظر کر کے اپنے اصلی کام کو سامنے رکھو۔ اگر آپ جا رہے ہیں۔ سفر کر رہے ہیں وقت پر پہنچنا ہے اور راستے میں کوئی آپ کو گالی دے رہا ہے۔ تو آپ گالی کی وجہ سے جانا نہیں چھوڑتے اگر آپ کو سواری میں بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی تو آپ سفر نہیں چھوڑتے۔ اگر آپ کو کوئی اور قسم کی دقت پیش آئی تو کام کی عظمت اور ضرورت جو ہے وہ آپ کو اس کو برداشت کر کے اگلی طرف دیکھنے دیتا ہے۔ اسی طریقے سے یہ جو احوال زندگی میں پیش آتے ہیں ان کی وجہ سے اصلی کام کو بھول جانا، یہ انسان کی بہت بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس لئے کام سے کام ہونا چاہیے۔

سو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے۔ آپ یقین جانیں کہ جس طرح اللہ نے آپ کو انسان بنایا۔ آپ کے اختیار میں نہیں۔ خدا نے بنایا مکھی نہیں بنایا۔ پتھر نہیں بنایا۔ درخت نہیں بنایا۔ جانور نہیں بنایا۔ گدھا۔ کتا۔ سانپ۔ بلی۔ بچھو نہیں، انسان بنایا۔ اپنی مہربانی سے۔ پھر انسان بنا کر آنکھیں دیں۔ اندھا نہیں بنایا۔ کان دئے۔ بہرہ نہیں بنایا۔ زبان دی۔ گونگا نہیں بنایا۔ ہاتھ دئے لُجھا نہیں بنایا۔ پاؤں دئے، لنگڑا نہیں بنایا۔ اور یہ سب کچھ دینے کے بعد اپنی مہربانی سے مسلمان کے گھر پیدا کیا۔ ایمان دیا۔ اگر کسی کافر کے گھر پیدا کر دیتا تو ایمان حاصل کرنے کی توفیق ضروری ہو جاتی۔ سمجھ لیتے۔ اختیار کر لیتے۔ یہ کوئی ضروری نہیں اور آج بھی اس کی مہربانی ہے۔ کہ اس نے دل و دماغ کو ایمان پر قانع اور راضی کر رکھا ہے۔ اس کی شان بے نیازی بڑوں بڑوں کو اس نے دھتکار رہا ہے۔ بڑے بڑے سند والے۔ بڑے بڑے علم و فضل والے۔ اس کی شان بے نیازی کے سامنے ٹھوکر کھا کر ایمان سے محروم ہوئے ہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ مشہور ہے۔ میں نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں مطاف

میں دیکھے تھے۔ ایک آدمی نماز پڑھتے۔ دعائیں مانگتے۔ طواف کرتے۔ ہر حالت میں روتے۔ اور جب ایمان پر خاتمہ کے لفظ پر آتے تو بلک بلک کر تڑپ تڑپ کر بے صبر ہو جاتے۔ ایک دن۔ دو دن۔ تین دن۔ ہمیشہ یہی حالت آخر کوشش کر کے اسے ایک دن پکڑا۔ بھائی! ایمان پر خاتمہ تو ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور سبھی مانگتے ہیں اور خدا کے فضل کے علاوہ کوئی صورت اس کے حاصل کرنے کی نہیں۔ لیکن تیرا یہ حال کیوں ہے۔ بس زبان پر ایمان کے خاتمہ کا لفظ آیا، اور تو بالکل بے قابو ہو جاتا ہے۔ بات کیا ہے۔

اس نے کہا جاؤ جاؤ اپنا کام کرو۔ میں کسی کو نہیں بتاتا۔ نہیں بھائی بتاؤ تو سہی۔

ارے بھائی جاؤ۔ تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ وہ لپٹ گئے نہیں مانتے۔ جب بہت گھیرا تو کہنے لگے۔ کہ ہمارا خاندان اس مسجد حرام کا مؤذن ہے۔ پہلے سے ہم لوگ مؤذن ہیں۔ اور میں بھی موذن ہوں۔ اور میرا بڑا بھائی جو اس مسجد کا موذن تھا۔ جب اس کے انتقال کا وقت آیا۔ تو اس نے کہا قرآن لاؤ۔ اس کے لئے قرآن لایا گیا۔ اور العیاذ باللہ۔ العیاذ باللہ۔ اس نے قرآن اٹھا کر پھینکا اور مر گیا۔

یہ منظر ہم لوگوں نے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کیا ہو گیا۔ تو اس دن سے مجھے یاد آ آ کر۔ کہ حرم پاک کا موذن۔ اور یہ کیا مرتے وقت۔ تڑپتا ہوں۔ مجھے سکون نہیں ہے۔ کیا ہو گا میرا۔ میرے بھائی کا یہ حشر ہوا۔ میرا کیا ہو گا۔ بڑی مصیبت اور پریشانی ہے۔ اس لئے روتا ہوں کہ یا اللہ مہربانی کر۔

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے یہ فکر ہو گئی کہ دیکھوں اس کا رونا کام آتا ہے یا نہیں۔ کہتے ہیں کچھ دن گذرے کہ اسے میں نے دیکھا نہیں۔ تو میں نے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ میں جانے لگا اس کی مزاج پرسی کے لئے۔ اور کئی دن جاتے جاتے ایک دن معلوم ہوا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آیا۔ اس کے اعزہ جمع ہیں۔ میں بھی ہوں۔ اس نے کہا قرآن لاؤ۔ تو آدھے آدمی انا للہ پڑھ کر اٹھ بیٹھے۔ اس کا بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصہ خراب ہے۔

پھر اس نے کہا نہیں گھبراؤ مت لاؤ۔ لاؤ۔ جب لائے تو اس نے ہاتھ میں لیا اور سر پر رکھا اور چوما۔ سینے پر رکھا اور کہا گواہ رہو۔ اللہ ایک ہے یہ اللہ کا کلام ہے اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے چلے گئے۔

بھائی! اس کے یہاں کچھ نہیں چلتا۔ اس کے یہاں چلتی ہے عاجزی۔ اس کے یہاں چلتی ہے انکساری وہ شخص بچ نہیں سکتا جو اپنے آپ کو بڑا کہے، بڑا بنائے اور بڑا دکھلائے۔ کس کی بڑائی ہے جو خدا کے سامنے بڑا شمار ہو۔ حدیث قدسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کہتا ہے

الکبریاء ردائی فمن نازعنی فی ردائی کببتہ فی النار او کما قال[۲]

جو تکبر اختیار کرے، چاہے وہ علم کا ہو۔ چاہے وہ بزرگی کا ہو۔ چاہے وہ پیری کا ہو۔ چاہے وہ سیادت

کا ہو۔ کسی قسم کا بھی ہو۔ اس سے اللہ نے جنگ مول لی۔ اور اسے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ بھائی اس کے ہاں کوئی کسی کا کچھ نہیں چلتا۔ عاجزی ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ فرماتے ہیں۔

انا عند المنکسرۃ قلوبہم جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں اللہ ان کے ساتھ ہے۔

بھائی میں بھٹک بھٹک کے چلا جاتا ہوں۔ میرا کوئی موضوع نہیں۔ میں تو عرض صرف اتنا کر رہا تھا کہ وہ بہت بے نیاز ہے۔ کوئی کسی کا صرف اس کی مہربانی ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ کچھ اللہ کو نہیں چاہئے۔ یہ تو اپنے لئے تیار کرتے ہیں۔ اس کے دربار کے جب قابل ہو تب اس میں شرکت ہو۔ اور جب ریا ہو جائے اور جب سمع ہو جائے اور جب تکبر ہو جائے تو پھر اس میں شیطان خبیث شریک ہو گیا۔ نفس شریک ہو گیا۔ اللہ کو وہ عمل بالکل منظور نہیں۔

دنیا میں جو چاہے۔ اس لئے بھائی۔ اللہ تعالیٰ تو عاجزی پسند کرتا ہے۔ انکساری عاجزی اپنے فضل و کرم سے وہ عطا کرتے ہیں، کسی بندے کو۔ اس سے بڑی دولت اس سے بڑی کامیابی اور کام آنے والی چیز کوئی نہیں یہ تمام جتنی برائیاں ہیں جتنے تکبر کے سامان ہیں سب شیطانی دولت ہے۔ سب نفسانی خواہش ہے۔ سب جہنم کا سامان ہے اس میں کوئی چیز حقیقت نہیں۔

بھائی کیا ہے۔ جن چیزوں پر شیطان غرور کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز اپنی نہیں۔ اگر ہے بھی کچھ تو سب اللہ کا ہے۔ پرائی دی ہوئی چیز پر انسان تکبر کرے اس سے بڑی حماقت کیا ہے۔ تو خیر میں بہت دور چلا گیا۔ میں تو صرف اتنا عرض کر رہا تھا۔ آپ حضرات پر اللہ کا کرم ہے کہ اس نے آپ کو یہاں اپنے فضل و کرم سے منتخب کیا ہے دین کے لئے۔ اگر اس کی مہربانی نہ ہو تو یہ دل دین پر کھل نہیں سکتا۔ ایمان قبول کرنا یہ بھی اللہ کے کرم کی بات ہے۔ افمن شرح اللہ صدرہ للسلام فہو علیٰ نور من ربہ۔ یہ اللہ کا کرم ہے۔ بہت بڑا کرم ہے۔ اسی طریقے سے جس طرح وہ ایمان کے لئے شرح صدر فرماتا ہے۔ مہربانی کرتا ہے دولت نوازتا ہے۔ اسی طرح اس کی مہربانی کی بات ہے کہ وہ دین کی خدمت کے لئے دل و دماغ کو تیار کرتا ہے۔ قلب میں بیج ڈالتا ہے دین کا اور دین کی خدمت کا۔ ہم پر اور آپ پر سب پر اس کا شکر واجب ہے۔ اور اس کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تو بھائی اتنی بڑی مہربانی۔ کرم عنایت اور اجتبا کے بعد پھر اس سے گر کر دنیا کو مقصود بنا لینا۔ جب کہ دنیا کسی کی نہیں۔ ہمیشہ اپنے صاحب کو دھوکہ دیا۔ برباد کیا۔ اسے اپنا مقصود بنا لینا اس سے بڑی ناکامی نہیں۔

اس لئے بھائی! اللہ نے جس مقام پر پہنچایا اس کا حق ادا کرو۔ اور دین کی خدمت کے لئے تم دین کی خدمت کرو۔ تو پھر اللہ کا وعدہ ضرور سچا ہوگا۔ اور تمہیں انشاء اللہ عزت ملے گی۔ اور اجر و ثواب ملے گا۔ (باقی ص ۴۳ پر)